دیر پہلے بیدار ہوئے۔ وضو کر کے چائے نوش کی اور بازار کی طرف نکل گئے۔ بازار کے ایک طرف دریا بہتا تھا جسے لدھرو کہتے تھے۔ دوسری جانب گنتی کی چند دکانیں تھیں۔ اس زمانے میں تیس پینتیس سے زائد نہ ہوں گی۔ امرناتھ جی کی یاترا کو جانے والے سادھو پہلگام پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ دریا کے کنارے امرتسر کے تاجروں کی تعمیر کردہ مسجد تھی۔ عصر کی نماز ہم نے اس مسجد میں ادا کی۔ اتنے میں ڈرائیور گاڑی لے آیا۔ ہم گاڑی میں سوار ہو کر امرناتھ جی جانے والی سڑک پر چھ سات میل گئے ہوں گے کہ آگے بارش کی وجہ سے سڑک خراب ہو چکی تھی، اس لئے واپس لوٹ آئے۔ مغرب کی نماز بھی اسی مسجد میں ادا کی۔ پھر ہوٹل کے لان میں آ کر بیٹھ گئے۔ عشاء کی نماز مفتی صاحب کی اقتداء میں ادا کی اور کھانا کھا کر سو گئے۔ اگلے روز ناشتہ کر کے سری نگر روانہ ہو گئے۔ مفتی صاحب دریائے لدھرو کا نام بھول جاتے تھے۔ کئی روز تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ موصوف بار بار مجھ سے پوچھتے "کیوں بھئی! اس دریا کا بھلا کیا نام تھا؟" میں عرض کرتا "لدھرو"۔ پھر خود بھی ایک دو دفعہ یہ نام دہراتے اور مسکرا کر میری طرف دیکھتے۔

اسی شام شیخ عبداللہ کے ہاں ہماری دعوت تھی۔ موصوف نیڈو ہوٹل کے عقب میں ایک اینکسی میں رہتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہم ان کے ہاں پہنچے۔ ایک وسیع کمرے میں فرشی نشست کا انتظام تھا۔ ہمیں وہاں بٹھایا گیا۔ چند منٹ بعد شیخ صاحب مسکراتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے سفید کرتا اور پاجامہ پہنا ہوا تھا اور کرتے کے اوپر ہلکے نیلے رنگ کی واسکٹ بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے ان کی تصاویر اور کارٹون بہت دیکھے تھے لیکن زندگی میں پہلی بار بالمشافہ ان سے اسی روز ملاقات ہوئی تھی۔ تصاویر کے برعکس ان کے چہرے پر بڑا تبسم تھا۔ شیخ صاحب ہم سے ملے اور فرداً فرداً سب کی خیریت دریافت کی۔ ملتے

میں انگلستان میں مقیم چند کشمیری نوجوان، جو آنا دکشمیر کے رہنے والے تھے وہاں آگئے۔ ان کے آنے کے بعد کھانا شروع ہوا۔ شیخ صاحب نے بڑے اہتمام کے ساتھ وازہ طلب کیا تھا۔ ایک بڑی سینی میں اُبلے ہوئے چاول ہمارے سامنے رکھے گئے۔ مفتی صاحب اور مولانا ابو العرفان آمنے سامنے بیٹھے۔ میں اور شیخ صاحب ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے۔ اکیس کورس کا وازہ وان تھا۔ جب وازہ ہمارے سامنے سالن لاکر ڈالتا تو شیخ صاحب اس سالن کا نام بتاتے۔ رات گیارہ بجے کے قریب یہ تقریب سعید دلپذیر انجام پذیر ہوئی۔

اگلی صبح میں اور مفتی صاحب شاپنگ کے لئے بازار چلے گئے۔ عبدالسلام دیوہ نے ہمیں رعایتی نرخوں پر شالیں دلوادیں۔ شام کو مفتی بشیر الدین صاحب کے ہاں ہمیں وازہ وان کھلایا گیا۔ ایک روز مفتی صاحب کے کسی معتقد نے ایسا ہی پر تکلف کھانا ہمیں کھلایا۔ ایک رات رینہ واڑی میں متو خاندان میں شادی کی تقریب تھی، ہم بھی اس میں مدعو تھے۔ زندگی میں پہلی بار میں نے کشمیری رسم ورواج کا مشاہدہ کیا۔

ایک دن مولانا محمد سعید مسعودی ہمیں ملنے آئے۔ ان کی داڑھی بڑی طویل وعریض تھی۔ مفتی صاحب ان پر فقرے چُست کر رہے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا "حضرت! یہ کون بزرگ ہیں۔" مفتی صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا "بزرگ وزرگ کچھ نہیں یہ محمد سعید مسعودی ہیں۔ کافی عرصہ تک لوک سبھا میں کشمیر کی نمائندگی کر چکے ہیں، یہ بزرگی تو اب انھوں نے اپنے اوپر طاری کی ہے۔" مولانا مسعودی بھی یہ فقرہ سن کر محظوظ ہوئے۔

قصۂ کوتاہ ایک ہفتہ کشمیر میں قیام کرکے مفتی صاحب دہلی جانے کے ارادے سے رخت سفر باندھنے لگے۔ جانے سے قبل مدرسہ کے بارے میں

تھا کہ شیخ صاحب کو گھبرانا نہیں، مجھ سے کہنے لگے [illegible] لو قلم سنبھالو۔ میں بولتا جاؤں گا تم لکھتے جانا۔" مفتی صاحب نے رپورٹ لکھوائی۔ میں نے پڑھ کر سنائی۔ اس میں چند ترمیمات کیں اور مجھ سے فرمایا "آپ اسے صاف کر کے لکھ دو۔" میں نے رپورٹ لکھ کر پیش کی۔ اس پر ایک نظر ڈالی اور دستخط فرما دیئے۔ مفتی صاحب دہلی روانہ ہو گئے، میں مزید چند روز کے لئے سری نگر میں رک گیا۔ اب میں تھا اور مولانا ابوالعرفان۔ ہم نے جی بھر کر سری نگر اور اس کے مضافات کی سیر کی۔

(باقی)

اسلام کا اقتصادی نظام

تالیف: مجاہدِ ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن رح

ایک عظیم الشان کتاب جس میں اسلام کے پیش کئے ہوئے اصول و قوانین کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے تمام معاشی نظاموں میں صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہی ایسا نظام ہے جس نے محنت و سرمایہ کا صحیح توازن قائم کرکے اعتدال کا راستہ نکالا ہے اور جس پر عمل کرنے کے بعد سرمایہ و محنت کی کشمکش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔

صفحات ۴۰۸ بڑی تقطیع قیمت -/۳۰ روپے

مجلد -/۴۰ روپے

ندوۃ المصنفین، اردو بازار جامع مسجد دہلی

کیا قرآن آسمانی کتاب ہے؟

(۲)

ڈاکٹر محمد یوسف، شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

قرآن وہ کتاب ہے جو ہم کو ہماری فطری جذبات، فطری قابلیت اور اچھی زندگی کے اصولوں کو اجاگر کر کے اس پر عمل کرنا سکھاتا ہے۔ قرآن گم کردہ راہ انسانو سے مخاطب ہوتا ہے:

فی قلوبھم مرض¹ اور وحی خداوندی اس مرض کی دوا ہے۔ شفاء لما فی الصدور²۔ کہیں انہیں گمراہ لوگوں کے متعلق کہتا ہے علی قلوبھم اکنۃ³ کہیں کہتا ہے: ام علی قلوب اقفالھا⁴

دوسری جگہ ہے:

۱۔ البقرہ آیت ۱۰

۲۔ یونس آیت ۵۷

۳۔ بنی اسرائیل آیت ۴۶

۴۔ محمد آیت ۲۴

مسلسل

وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ[1]

لیکن وہ ہے۔

فی آذانھم وقر[2]

[illegible] کے پردے [illegible]

[illegible] جاتے ہیں۔

وھم فی غفلۃ معرضون[3]

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے بارے میں خود فرمایا ہے: ان ھذہ تذکرۃ[4]۔ تذکرہ کے معنی وہ چیز جو بھولی بات یاد دلائے جس طرح کوئی شخص بھولی ہوئی بات یا قصہ یاد دلا کر کوئی نئی ..... نہیں بتاتا بلکہ اس بھولنے والے کے دماغ میں چھپی ہوئی بات پر سے نسیان کا پردہ ہٹا دیتا ہے۔ اسی طرح دین یا قرآن بھی سوئی ہوئی قوت انسانی کو جگاتی ہے۔ اس طرح دین اسلام ایک فطری دین ہے اس میں کسی قسم کی [illegible] یا مخفی نہیں ہے۔ صاحب وحی صرف وہی شخص ہوتا ہے جس کو اس امر کے لئے منتخب کیا ہو اس میں کسب و ہنر کا بالکل دخل نہیں۔ ایک صاحب وحی اپنے علم و فراست سے اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اس لئے قرآن خود اس کو (نزول) کے لفظ سے تعبیر فرماتا ہے۔ قرآن پاک کو ہم شروع سے آخر تک دیکھیں تو ہر مقام پر یہی ملے گا کہ آیات قرآن کا خدا کی طرف سے نزول ہوتا ہے۔

۱۔ البقرہ آیت ۷۔

۲۔ حٰم السجدہ آیت ۴۴۔

۳۔ الانبیاء آیت ۱۔

۴۔ المزمل آیت ۱۹۔

[...] العزیز الرحیم[1]

[...] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم ۝ انا انزلنا الیک الکتب بالحق[2]

[...] یہ بیہودہ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے

[...] تھے کہ قرآن لاتے ہو تو قرآن نے خود ہی تمام شکوک کو رفع کر دیا۔

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ

مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشری للمومنین[3]۔

حضورؐ نے جو ایک امی تھے جب اہل مکہ کو قرآن پاک کے ذریعہ توحید کی دعوت دی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ کلام تو ایک شاعر کا ہے، محمدؐ تو ایک جادوگر ہے، مجنون ہے، کاہن ہے، غرض جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں۔ ایک مرتبہ تنگ آکر کفار مکہ نے سردار قوم عتبہ بن ربیعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جس نے کہا:

اے محمد صلعم تم نے اپنی قوم کو بڑی مصیبت میں ڈال رکھا ہے تم نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر رکھا ہے ان کی عقلوں کو ناکارہ بنا دیا ہے، ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے اور ان کے دین کی مذمت کی ہے۔

حضور صلعم نے فرمایا: اے ابوالولید! پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟

۱۔ الزمر آیت ۱-۲ ، یٰسین آیت ۵ -

۲۔ الزمر آیت ۱-۲ -

۳۔ البقرہ - آیت ۹۷ -

[illegible] نے کہا! اے محمدؐ تم نے جو طریقہ رچایا ہے [illegible]
[illegible] ہے تو ہم تمہارے لئے [illegible]
[illegible] اگر تم پر کوئی آسیب کا اثر ہے تو اس [illegible]
[illegible] اس کا کوئی علاج [illegible]
[illegible] کی عجب حالت ہو گئی اور وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا [illegible]
[illegible] نے کہا: اے قوم قریش تم میری بات مانو اور ان کے [illegible]
[illegible] نہ ہوگا۔[1]

اس طرح نہ جانے کتنے موقعوں پر دین اسلام کے مخالفین نے [illegible]
اعتراف کیا کہ قرآن ایک موثر کلام ہے یہ نہ تو کسی جادوگر کا جادو ہے [illegible]
کہانت۔ اب اسی ایک مندرجہ بالا قصہ پر غور کیجئے کہ اہل عرب کے [illegible]
کا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر کسی کے اوپر کسی شے کا اثر ہوگا تو کیا اس سے [illegible] کیا
جائے گا کہ "آپ کا علاج کرا دیں"۔ ان کے اس جملے سے ہی [illegible] ہے کہ
انھیں یقین تھا کہ محمدؐ برحق نبی ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں [illegible]
عرب اس حقیقت کو اتنی آسانی سے مان لیتے تو پھر ان کی [illegible]
ضد پر بٹہ نہ آجاتا۔ اپنی انھیں خوبیوں کی وجہ سے [illegible] نے کہا:
ابوالولید معلوم ہوتا ہے تم پر بھی جادو ہے۔"[2]

اگر وحی کسب و ہنر سے حاصل کی جاتی تو رسول کے [illegible]
بھی ہوتے ہیں وہ ایسا کیوں نہیں کر پاتے اگر ایک [illegible]

۱۔ نبی عربی (سجاد) ص ۱۴۰ ـ ۱۴۱
۲۔ ؍؍ ؍؍ ؍؍

پہنچاتے ہیں خود رسول کے لئے اس واسطہ کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ تبلیغ
اصطفائی ہے کیونکہ نبوت ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ اس انسان میں سے
بہتر کو جسے مناسب سمجھتا ہے منتخب کرتا ہے۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر[1]

رسول جب وحی کی تبلیغ کرتا ہے تو اس کے گردوپیش کے لوگ حیران ہو جاتے ہیں کیونکہ نزول وحی کے ساتھ پیغمبر کی باتیں غیر متوقع ہوتی ہیں جس سے وہ حیران رہ جاتے ہیں جبکہ پیغمبر کی شخصیت بھی ان کے سامنے کوئی نئی نہیں۔

ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا وکیلا ۵[2]

نبوت کی واضح پہچان کہ وحی سے پہلے علم نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کسے کہتے ہیں۔

ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان[3]

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وما کنت تتلو من قبلہ من کتٰب ولا تخطہ بیمینک[4]

۱۔ الحج آیت ۷۵۔
۲۔ بنی اسرائیل آیت ۸۶۔
۳۔ الزخرف آیت ۵۲۔
۴۔ العنکبوت آیت ۴۸

رہا ہے چالیس کی عمر تک نہ کوئی کتاب نہ پڑھی نہ لکھا صاحب کتاب
بنا سکتا۔

وما کنت ترجو ان یلقی الیک الکتب الا رحمۃ من ربک[1]

تاریخ اس قرآن کا شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام امی تھے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ یہ محمد کی تخلیق ہے۔ نہ جانے کتنے شعراء، مبلغ اور کاہنوں نے اپنے کلام کو قرآن کا مقابل بلکہ بہتر کا دعویٰ کیا ہے مگر دنیا نے اسے قبول نہیں کیا۔ آج تک کوئی بھی ایسا ثبوت مہیا نہیں کر سکا کہ قرآن من جانب اللہ نہیں بلکہ انسانی کلام ہے حالانکہ اس سلسلے میں بہت کوششیں کی گئیں۔ یہ ایک کمل حقیقت ہے کہ قرآن آسمانی کتاب ہے اس بات کو ہم ایک اور طرح سے سمجھا سکتے ہیں کہ جس طرح کسی چیز کا مالک اپنی چیز کی یا برتن بنانے والا اپنے برتنوں کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح اللہ پاک جو قرآن بلکہ ساری دنیا کا مالک ہے اپنے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے اور یہ وعدہ برحق ہے کہ آج چودہ سو سال سے بھی زیادہ مدت گزرنے پر بھی ویسا ہی ہے جیسا تھا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون[2]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فصحائے عرب اور امراء نے قرآن کو مٹانے اسلام کو ختم کرنے کے لئے گالی گلوچ، مار پیٹ اور لالچ یعنی ہر طرح کی ناکام تدابیر کیں مگر جب صاحب قرآن نے للکارا کہ اگر یہ کلام یعنی قرآن منزل من اللہ نہیں ہے ایک انسانی کلام ہے تو تم سب مل کر ایک ہی سورہ بنا لاؤ، یہ سن کر سب خاموش ہو گئے کیونکہ ایسا ان کے لئے ناممکنات میں سے تھا۔ اللہ پاک نے اپنے کلام کی بنیاد

۱۔ القصص آیت ۸۶

۲۔ صارم، تاریخ القرآن ص ۱۵۵

محفوظ ہے کسی بھی لحاظ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی و مطالب تمام مخلوق اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔ اس میں کسی انسانی کلام کا گذر نہیں۔ علم ظاہر ہے کہ خود رسول کا اس میں ایک لفظ نہیں۔ جس جگہ بھی حدیث میں قرآن کا کوئی جملہ آ گیا ہے وہاں دونوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں جس طرح سے قرآن کریم محفوظ چلا آ رہا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی (محمدؐ) نے پیش کیا ہے کہ جس کے دشمن بھی کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی پر کوئی عیب نہیں ہے۔ قرآن کتاب ہدایت عطا ہوئی ہے کہ تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری و باطنی روشنی پھیلائی علم و ادب، عمل اور تہذیب و تمدن کا علم بلند کیا۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کی برکت سے بہت سے علوم وجود میں آئے۔ Life of Mohammed کا مؤلف لکھتا ہے:

"دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی
مذہبی کتاب نہیں ہے جس کا متن ابتدا سے
لے کر اس وقت تک تحریف سے پاک ہو۔[1]"

قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور یہ زبان دنیا کی زبانوں میں سے سب سے زیادہ وسیع باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔ قرآن خود صاف لفظوں میں دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں۔[2]

۱۔ صارم۔ تاریخ القرآن ص ۱۵۵

۲۔ البقرہ آیت ۲

جیسا کہ ارشاد ہے

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

ایک دوسری جگہ پر ارشاد ہے

وہدی ورحمۃ للمؤمنین

قرآن کے نزدیک ہر انسان برابر ہے۔ قرآن کریم کے متعین کردہ نظام حیات میں صرف منصب، نسل، رنگ کو ہی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ اشتراکیت اسلامی کو کچھ اس طرح نافذ کر دیا گیا ہے کہ باہمی تعاون و تناصر اور فکر و عمل کی یکسانیت کی فضا بن جاتی ہے اور اس فضا میں ہر شخص کو اپنی فطری صلاحیت کی نشوونما کا پورا پورا موقع ملتا ہے اور یہی انصاف کا تقاضا ہے اس میں کسی کی حق تلفی مقصود نہیں ہوتی۔ قرآن انسانی تقسیم صرف کفر و ایمان پر کرتا ہے اس میں کسی پر ظلم و زیادتی نہیں ہوتی بلکہ یہ تفریق اس طرح ہوتی ہے کہ قرآنی اصول کو ماننے والی ایک جماعت اور اس کے خلاف چلنے والی دوسری جماعت ہوتی ہے۔ اس تفریق کی بنیاد صرف انداز فکر و عمل پر ہوتی ہے۔ مذہب اسلام نے اسی وحدت فکر و عمل کی بنیاد پر مساوات کی اتنی بلند عمارت کھڑی کی ہے کہ اہل مغرب اسے عیسائی مساوات سے بہت بلند مانتے ہیں۔ ڈاکٹر ایم ڈی سیٹ ٹیلر کہتا ہے:

> اسلام کی بڑی خوبی اس کی مساوات ہے۔ اسلام سے قبل کوئی یہ جانتا بھی نہ تھا کہ مساوات کیا ہے؟ مگر اسلام نے اللہ کی کل مخلوق کو خواہ وہ کسی رنگ و نسل کے ہوں اس کا معنوی کنبہ قرار دے کر

۱۔ المائدہ آیت ۶۷۔

۲۔ یونس آیت ۵۷۔

جاری عطا کردی ہے اور یہ اسلام کا اتنا بڑا احسان ہے جسے
دنیا شاید کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔"

اس حقیقت کا اعتراف Dr. Maude Royden نے اپنی کتاب The Problem Palestine میں کیا ہے۔[1]

"تعجب تو اس بات کا ہے کہ یہ انقلابی نظام حیات اس زمانے میں پیش کیا گیا جبکہ تمام دنیا میں تصورات زندگی بالکل اس کے برعکس تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت لوگوں نے اس نئے انقلاب کی ہر طرح مخالفت کی مگر اس مخالفت کا نتیجہ صفر تھا، بلکہ اب انسان ایک طویل مدت تک ٹھوکریں کھانے کے بعد اصول حیات کی طرف آرہا ہے جن کی اس نے اس قدر مخالفت کی تھی۔ اب بھی کچھ لوگ عقل کو رہبر مان کر زندگی کی راہوں پر چلتے ہیں مگر کچھ عرصہ بعد وہ خود ان اصولوں کے ہاتھوں تنگ آکر انہیں توڑ پھوڑ دیتے ہیں جس میں انہیں بہت سی قربانیاں دینی پڑتی ہیں لیکن جب بھی انسان آگ و خون کے دریا میں سے ابھر کر نکلتا ہے تو خود بخود اس نظام حیات کی طرف بڑھتا ہے جس کی کرن چھٹی صدی عیسوی کی تاریکیوں میں سرزمین عرب میں پھوٹی تھی۔ ان تمام حقائق کو اگر سامنے رکھیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ انسانیت غیر فطری طرز زندگی کے ایک ایک شعبے کو آزمانے کے بعد اور اسے تاریک پانے کے بعد وحی یا قرآن کے چراغ کی طرف کھنچی آرہی ہے۔ کیا اتنے تمام حقائق پر مبنی ثبوت مل جانے کے بعد وحی یا قرآن کے متعلق کسی اور دلیل کی ضرورت ہے۔

چودہ سو سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ اس تعلیم فطرت

۱۔ معارف القرآن جلد دوم ص۲۷۰ غلام احمد پرویز

اور دیکھتے ہیں کہ اس لئے نہ جھٹلاؤ کہ ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی (کیونکہ تمہاری آنکھوں اور دلوں پر جہالت کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں جو دھیرے دھیرے ہٹیں گے) یہ تو سراپا بصیرت وحکمت پر مبنی ہے۔ اسی لئے جوں جوں انسان کی علمی وعقلی سطح بلند ہوتی گئی اس نے دیکھ لیا کہ یہ دعویٰ کتنا سچا ہے مگر اس کے باوجود یورپ نے پورے طور پر قرآن کے نظام کو نہیں اپنایا ہے بلکہ کہیں کہیں سے مستعار لے لیا ہے۔ وحی کے متعلق طرح طرح کے سوالات ذہنوں میں اٹھ کر اب بھی انسان کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں۔ یہ سب ایمان کے فقدان کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے آج ساری دنیا جہنم بنی ہوئی ہے۔ انسانوں کو ذہنی ودلی سکون میسر نہیں ہے۔ صحیح ونیک عمل کے لئے ایمان بہت ضروری ہے اور ایمان صرف اس چیز پر لایا جاتا ہے جو حق اور ہر اعتبار سے بلند ہو اور ایمان کے صحیح وصادق ہونے پر مذہب کا صحیح وصادق ہونا موقوف ہے۔

وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا، پیغام دینا اور دل میں ڈال دینا وغیرہ ہے۔ یہ لفظ استعمال کے لحاظ سے دیگر معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ حیوانات اپنی جبلی قوتوں سے جن امور کو سرانجام دیتے ہیں قرآن میں اس کے لئے بھی لفظ وحی استعمال ہوا ہے مثلاً واوحی ربك الی النحل[1]۔ اسے وحی فطری کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی کی دوسری کیفیات وجدانی ہوتی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے متعلق ہے[1] ان اوحینا الی امك مایوحی[3]۔

۱۔ النحل آیت ۶۸۔

۲۔ معارف القرآن غلام احمد پرویز جلد ۲ ص ۲۸۳

۳۔ طٰہٰ آیت ۳۸

وحی کے بعد وحی کی آخری شکل ہے جو بنی نوع انسان کے لئے بطور ضابطۂ حیات
جاودانی لکھا ہے ۔ بمطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو عطا ہوئی ۔ اور قرآن پاک
اسی وحی کا نام ہے ۔ اور وحی کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب دنیا میں انسان
کی ہدایت کی ضرورت پیش آئی اور آخر میں کمل شکل میں قرآن کریم محفوظ ہو گیا
اور ہمیشہ کے لئے انسانی رشد و ہدایت کا نصاب بن گیا ۔ وحی ہر رسول پر نازل
ہوئی انبیاء کرام اسی وحی کے ذریعہ انسانوں کو ان کے اعمال کے انجام سے آگاہ
فرماتے تھے ، انسان کو جینے کا طریقہ بتاتے تھے ۔ رسول کا کام صرف وحی کا پہنچانا
ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ خود اس پر عمل کر کے ایک نمونہ بن کر دکھانا پڑتا تھا کیونکہ
یہ مشہور مقولہ ہے کہ اپنے قول پر پہلے خود عمل پیرا ہو تب کسی کو اس کا سبق دو
یہی بات اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی ۔

واتبع ما یوحیٰ الیک واصبر حتیٰ یحکم اللہ[1]

اگر کسی کتاب یا گروہ کی صداقت و بلندی کا اندازہ لگانا ہے تو ہمیں چاہئے
کہ اس کے لکھنے والے بانی یا لیڈر کے کردار اور زندگی کو پرکھیں کیونکہ ہر چیز
اپنی اصل پر ہے ۔ اگر ہم کو قرآن کی صداقت کا پتہ لگانا ہے تو ہمیں اس کے
لانے والے کی زندگی اور کردار کو ہر کسوٹی پر پرکھنا ہوگا ۔ یہ ایک کھلی حقیقت
ہے کہ رسول کی زندگی خود اس کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ اس کی تعلیم
منزل من اللہ ہوتی ہے ۔ جب رسول سے ان کی صداقت کی دلیل مانگی گئی تو
آپ نے فرمایا کہ میں تم میں سے ایک انسان ہوں نہ کبھی کسی معلم سے پڑھا
نہ کبھی کسی ادبی محفل میں شامل ہوا جیسے تم بخوبی جانتے ہو تو کیا یہ تمہارا جاننا

1۔ ھود آیت ۱۰۹

صداقت کا ثبوت نہیں کیا کوئی ان پڑھ اور ایسا شخص جو میرے جیسے حالات میں پیدا ہوا ہو اور تربیت پائی ہو قرآن جیسی کتاب پیش کر سکتا ہے؟ آپ سے پہلے اور بعد کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ آپ نے کبھی کسی شخص سے جھوٹ مذاقاً بھی نہ بولا تو کیا آپ خدا اور اس کی وحی کے متعلق جھوٹ کہہ سکتے تھے ان باتوں پر اگر ہم دل سے غور کریں تو جواب نفی میں ملے گا۔ آپ کی صداقت کے آپ کے دشمن بھی معترف ہیں۔[1] انھیں لوگوں کے بارے میں خدا فرماتا ہے:

فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون[2]۔ قرآن کو آپ اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ انھیں الفاظ میں پہونچا دیتے تھے جو آپ کی طرف سے نازل ہوتے تھے حتی کہ لفظ قل بھی جیسے قل ھو اللہ احد۔ ہاں جب کبھی آپ اپنی گفتگو میں قرآنی باتوں کے ذریعہ تبلیغ کرتے تو لفظ قل نہ فرماتے بلکہ مقصد بیان کر دیتے تھے جیسا کہ قیصر وغیرہ کے خطوط میں آپ نے فرمایا:

یا اھل الکتاب تعالوا حالانکہ آیت لفظ قل سے شروع ہوتی ہے۔[3]

خود قرآن پاک کے ذریعہ یہ ثابت ہے کہ قرآن محمدؐ کا کسب ہنر نہ تھا بلکہ خدا نے اس کے ذریعہ آپ کی تربیت کی اور علم سکھایا۔

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم[4]۔

۱۔ رشید رضا، وحی محمدی ص ۴۵۶۔

۲۔ الانعام آیت ۳۳۔

۳۔ رشید رضا، وحی محمدی ص ۴۵۶۔

۴۔ بنی اسرائیل آیت ۷۵۔

یہی قرآن آپ کی فروگذاشتوں کو درست کرتا تھا کبھی نرمی کے ساتھ ..... تو کبھی سختی کے ساتھ قرآن میں خدا اپنے رسول کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

اذا لاذقناك ضعف الحياة وضعف الممات ثم لا تجد لك نصيرا[1] اللہ نے اس آیت میں ایک عام انسان کی طرح اپنے رسول کو مخاطب کیا ہے۔ صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ بھی انسان ہیں اور یہ جتلا دیا کہ ان سے بھی بھول ہو سکتی ہے۔ خدائے پاک قرآن میں جابجا اپنے رسول کو اسی بات کی نصیحت کرتا ہے جس کی نصیحت لوگوں کو کرنے کے لئے چنا تھا۔

قرآن کو خدائی ہونے کے بارے میں ساری دنیا کو چیلنج دیا کہ فاتوا بسورة من مثله چنانچہ ساری دنیا ہکا بکا رہ گئی۔ چنانچہ جب مشرکین نے حضورؐ سے اس قرآن کے علاوہ دوسرا قرآن لانے کا مطالبہ کیا تو خدا نے آپ کو حکم دیا۔

قل ما يكون لي ان ابدله من تلقاءي نفسي ان اتبع الا ما يوحى الي[2]

میں تم میں پورے چالیس برس سے جی رہا ہوں نہ علم میں نہ زبان میں تم سے زیادہ واقفیت رکھتا ہوں پھر تم کیسے کہتے ہو کہ یہ قرآن میں نے اپنے دل سے بنایا ہے اور جب چاہوں اسے بدل کر دوسرا قرآن پیش کر دوں[3]

۱۔ بنی اسرائیل آیت ۷۵۔

۲۔ یونس آیت ۱۵۔

۳۔ وحی محمدی رضا ص ۲۶۵